قرآن، حدیث اور مکتوبات امام ربانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں عصر حاضر کے منتخب معاشرتی مسائل کا حل

سید محسن علی
شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

تلخیص

اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور آپ کے سلسلۂ عالیہ میں بے پناہ وسعت دی تھی، اور آپ کی تحریر میں روانی اور زبان میں اثر بخشتا تھا۔ آپ کی تصانیف کا ایک ایک لفظ معرفت کا خزانہ ہے۔ علم و عرفان اور اسرار و معارف کے بحرِ بیکراں ان میں موجود ہیں۔ خاص کر آپ کے مکتوبات جو علم عرفان اور اسرار و معارف کا خزانہ ہیں جن میں نہ صرف ہر زمانے کے افراد کے لیے تربیت کا سامان موجود ہے بلکہ ہمارے معاشرتی اور مذہبی معاملات طے کرنے میں بھی ان سے مدد لی جاسکتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں عصر حاضر کے منتخب معاشرتی مسائل سے متعلق بحث کر کے قرآن و حدیث اور مکتوبات امام ربانی سے ان کا حل پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: مجدد الف ثانیؒ، نظریات، عصرِ حاضر، سماجی عوامل

Abstract

Hazrat Mujadid Alf Sani (R.A) is the saint Personality whose inevitable struggles and the modern achievements revived Islam second time and defeated polytheism and innovation. The People accepted him as their great leader and made the most of his knowledge and ideology. His writings are a treasure of knowledge, which not only provides training for every age but also have resources of guidance to our social affairs. In this article, a review from the Holy Quran, Ahadith and books has been presented about the social factors.

Keywords: Mujadid Alf Sani (R.A), Ideology, Contemporary World, Social Factors

عدل و انصاف کا فقدان

کسی بھی کامیاب اور صحت مند معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں قضاء کا نظام مضبوط ہو۔ فیصلہ کرنے والی ذات باکردار اور غیر جانبدار ہو، معاملہ فہم ہو، انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہو۔ ہمارے معاشرے میں قضاء کا نظام بہت کمزور ہے۔ فیصلے انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہیں کیے جاتے۔

ہمارے معاشرے میں امیر کے لیے الگ قانون ہے اور غریب انصاف کے حصول کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہے۔ یہ دہرا نظام انصاف ہمارے معاشرے کی تباہی و بربادی کا سبب بنا ہوا ہے' جس کو انصاف نہیں ملتا وہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ ملک کا امن و سکون اسی وجہ سے معدوم ہو گیا ہے اور معاشرے میں انتشار اور بے چینی نے ڈیرے جمع لیے ہیں۔

اسلام نے قضاء کا پورا نظام ہمیں دیا ہے۔ اسلام کا نظام انصاف حرکی ہے' یعنی جس کے حق میں فیصلہ ہو یا جس کے خلاف فیصلہ ہو دونوں فریقین مطمئن ہوتے ہیں جبکہ مغرب کے دیے ہوئے نظام میں انصاف جامد دکھائی دیتا ہے، یعنی جس کے حق میں فیصلہ ہو بس وہی مطمئن ہوتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں صرف طاقتوروں کے حق میں فیصلے کیے جاتے ہیں' ذاتی مفادات کو مدنظر رکھا جاتا ہے، نتیجتاً لوگوں کا اعتماد ان اداروں سے ختم ہو چکا ہے اور جہاں عدل نہ ہو پھر وہاں ظلم ہوتا ہے۔ انبیاء کرامؑ کی بعثت کے دیگر مقاصد کے ساتھ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ عدل و انصاف کے ساتھ لوگوں کے تنازعات کو حل کیا جائے' اسی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

> اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے' اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو جھٹلا دیا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے ساتھ ہی سب سے پہلا جو فریضہ عائد کیا وہ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا تھا۔ اس آیت مبارکہ سے اسلام کے سیاسی و قانونی نظام میں عدل گیری کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قیام عدل ہی دین اسلام کا ایک امتیازی وصف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> بیشک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا۔[2]

قرآن مجید میں اہل علم کو عدل کرنے اور اس کا علمبردار بننے کا حکم دیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔[3]

سورۃ شوریٰ میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔[۴]

یعنی جب بھی تم اپنا کوئی معاملہ میرے پاس لاؤ گے تو اللہ کے احکام کے مطابق اس کا عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔

قرآن مجید میں جہاں عدل وانصاف کی تلقین وترغیب کے ساتھ اجرااور اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے وہی اس کی ادائیگی میں کوتاہی اور اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق عمل نہ کرنے پر وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جولوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ کافر ہیں۔[۵]

پھر ارشاد فرمایا:

جولوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔[۶]

منصب قضاء بلاشبہ ایک مشکل اور دقت طلب کام ہے' اس لیے اس منصب کو عدل وانصاف اور قرآن وسنت کے مطابق خوش اسلوبی سے انجام دینے والے کے لیے بڑی فضیلتیں بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دو چیزیں ایسی ہیں جن میں حسد کیا جا سکتا ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا اور حق کے راستہ میں اس کو خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت ودانائی سے نوازا' وہ اس کے مطابق فیصلہ بھی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتا ہے۔[۷]

لیکن جہاں اس منصب کی بے پناہ فضیلتیں ہیں وہیں اس منصب کی حساسیت اور پیچیدگیوں کا بھی ذکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

جس شخص کو منصب قضاء پر فائز کیا گیا اس کو گویا بغیر چھری سے ذبح کیا گیا۔[۸]

مندرجہ بالا حقائق سے عدل وانصاف کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے' چنانچہ ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے معاملات سلجھانے اور دینی بنیادوں پر ان کو حل کرنے کے لیے ایک اچھا عالم دین کو قاضی کی حیثیت سے مقرر کیا جانا چاہیے جو قرآن وسنت کی روشنی میں تمام معاملات کو حل کرنے کی قابلیت رکھتا ہو' جو مسلمانوں کو ان کی زندگی کے ہر پہلو میں اور ہر رخ میں ان کا قدم دین کی راہ سے ہٹنے نہ دے۔ ایک اسلامی معاشرے میں قاضی کا ہونا نہایت ضروری ہے' چنانچہ اسی عہدہ کے بارے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں جو بنام صدر

جہاں صادر ہوا تھا رقمطراز ہیں۔

گزشتہ زمانے کے کاروبار اس بات کے مصداق ہیں۔اب جبکہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے اور مذہب والوں کی عداوت کی تیزی درہم برہم ہوگئی ہے۔اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔اور سب سے اول اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بیقرار ہیں۔گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے۔اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔جب بادشاہ سنت سنیہ مصطفویہ علیٰ صاحبھما الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور بادشاہوں کے مقرب بھی ان بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں اور چندروزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے جو گزشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں حامل رقیمہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند میں آباد ہوئے ہیں قاضی ہوتے چلے آئے ہیں' چنانچہ بادشاہوں کے اسناد بہت ان کے پاس ہیں اور صلاح وتقویٰ سے بھی آراستہ ہیں۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو ان کے حوالے فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔[9]

غیرمسلموں سے مراسم اوران کے رسم ورواج کی تقلید

ہمارے معاشرے کا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں غیرمسلموں سے قریبی مراسم اور ان کے رسم و رواج کو نہ صرف اپنایا جارہا ہے بلکہ اس کو ذرائع ابلاغ سے بھی فروغ دیا جارہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا معاشرہ غیرمسلموں کی رسم ورواج کو اپنا کر بےمقصدیت کی طرف گامزن ہے جبکہ خالق کائنات نے انسان کو اس کے مقصد تخلیق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔[10]

آج ہمارا معاشرہ اپنی مقصد عبودیت کو بھلا کر غیر مسلموں کے رسم و رواج میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم غیر مسلموں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کو باعث فخر گردانتے ہیں اور ان کے طور طریقوں کو اپنی زندگی کا اہم حصہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ (خواہ) وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔[۱۱]

غیر مسلم دین اسلام کو کھیل اور مذاق بنانے والے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں اس لیے ان کے ساتھ اہل ایمان کی دوستی نہیں ہونی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیے جاؤ گے۔[۱۲]

اسلام نے شعائر کو بہت اہمیت دی ہے، اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں کے شعائر اور رسم و رواج کو اپناتا ہے تو اس سے غیر مسلموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ اپنے مذہب کو معتبر اور برحق سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آ چکا ہے کفر کرتے ہیں۔[۱۳]

غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع کرنے اور ان کے رسم و رواج کو نہ اپنانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ان سے رواداری، حسن سلوک اور عدل و انصاف نہ کیا جائے، قرآن کریم اور آپؐ کی تعلیمات سے یہ تمام چیزیں ثابت ہیں، البتہ ان سے ایسی گہری دوستی اور خلط ملط سے منع کیا گیا ہے جس سے اسلام کے امتیازی شعائر گڈمڈ ہو جائیں، اس کی اجازت نہیں ہے۔

آپؐ غیر مسلموں سے حسن سلوک سے پیش آیا کرتے تھے لیکن آپؐ نے کبھی بھی ان کے طور طریقوں کو نہ ہی اپنایا اور نہ اپنانے کا حکم دیا بلکہ ہمیشہ اس سے منع فرمایا۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے جس میں آپؐ نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت

اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔[۱۴]

دسویں صدی کا آخری زمانہ کفر وشرک کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ مسلم ممالک پر دین سے لاتعلقی، شرک و بدعت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ پورا معاشرہ غیر مسلم رسم ورواج میں جکڑا ہوا تھا۔ بے دین صوفیوں اور غیر مسلموں نے اکبر بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اسلامی عقائد وشعائر کو مسخ کرنے کے لیے ایسی توجیہات پیش کیں جن سے الحاد و بے دینی کو فروغ حاصل ہوا۔ علماءِ حق دم بخود تھے کہ اس سیلاب الحاد وضلالت کو کس طرح روکا جائے۔ اس پُر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پیدا فرمایا تاکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو اور اس کی تر وتازگی لوٹ آئے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات کے ذریعے معاشرے کی اور بالخصوص بادشاہ کی اصلاح فرمائی تاکہ ملک میں اسلام اپنے تمام شعائر وارکان کے ساتھ رائج ہو جائے اور ایک اسلامی فضا نمودار ہو کیونکہ بادشاہ بھلائی اور برائی، ہدایت وگمراہی کا سرچشمہ ہوتا ہے، اس لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ خان جہاں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہیں۔

> اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ روح کی مانند ہے۔ اور تمام انسان جسم کی طرح۔ اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست ہے۔ اگر روح بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے۔ کلمۂ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں میں پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہیے۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ گئی۔ آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے، حالانکہ جس قدر زیادہ مبالغہ کیا جائے، اسی قدر بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔[۱۵]

مراسم اسلام اور شعائر مذہبی میں جو افسوسناک رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں اور ان کے بجائے کفر کی رسموں نے رواج پا لیا تھا، اس پر ملال ظاہر فرماتے ہوئے حضرت امام ربانیؒ میر محمد نعمان کو خطاب فرماتے ہیں۔

> مکتوب شریف میں سلطان وقت کی خدا پرستی اور احکام شریعت کے موافق عدل وانتظام کا حال لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور کمال ذوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ

نے جس طرح بادشاہ وقت کو عدل و عدالت کے نور سے منور کیا ہوا ہے' اسی طرح ملت محمدیہ ﷺ کو بھی بادشاہ کے حسن اہتمام سے نصرت و عزت بخشے۔ اے شریعت کے نشان والے الشریعۃ تحت السیف (شریعت تلوار کے نیچے ہے) کے موافق شریعت غراّ کی ترقی و رواج شاہان بزرگ کے حسن انتظام پر موقوف ہے' جب سے یہ امر ضعیف ہو گیا ہے' اسی دن سے اسلام بھی ضعیف ہو گیا ہے۔ کفار ہند بے تحاشا مسجدوں کو گرا کر وہاں اپنے معبد و مندر تعمیر کر رہے ہیں' چنانچہ تھانیسر میں حوض کرکھیت کے درمیان ایک مسجد اور ایک بزرگ کا مقبرہ تھا۔ اس کو گرا کر اس کی جگہ بڑا بھاری مندر بنایا ہے۔ نیز کفار اپنی رسموں کو کھلم کھلا بجا رہے ہیں اور مسلمان اکثر اسلامی احکام کے جاری کرنے میں عاجز ہیں۔ ایکادشی کے دن ہندو کھانا ترک کر دیتے ہیں۔ بڑی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی شہروں میں کوئی مسلمان اس دن نہ روٹی کھائے اور نہ بیچے اور ماہ مبارک رمضان میں برملا نان و طعام پکاتے اور بیچتے ہیں۔ مگر اسلام کے مغلوب ہونے کے باعث کوئی روک نہیں سکتا۔ ہائے افسوس! بادشاہ وقت ہم میں ہو اور پھر ہم فقیروں کا اس طرح خستہ اور خراب حال ہو۔ بادشاہوں کے اعزاز و اکرام ہی سے اسلام کو رونق تھی اور انہی کی بدولت علماء و صوفیہ معزز و محترم تھے اور انہی کی تقویت سے شریعت کے احکام کو جاری کرتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک دن صاحب قران امیر تیمور یہ علیہ الرحمۃ بخارا کی گلی سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً اس وقت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ کے درویش خانقاہ کی دریوں اور بستروں کو جھاڑ و دے رہے تھے اور گرد سے پاک کر رہے تھے اس کوچہ میں ٹھہر گیا۔ تاکہ خانقاہ کی گرد کو اپنا صندل و عنبر بنا کر درویشوں کی برکاتِ فیوض سے مشرف ہو۔ شاید اسی تواضع اور فروتنی کے باعث جو اس کو اہل اللہ کے ساتھ حاصل تھی حسن خاتمہ سے مشرف ہوا۔[۱۶]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کفار سے مراسم اور ان کے رسم و رواج اور شعائر کو اپنانے سے سختی سے منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنے مکتوب جو بنام شیخ فرید صادر فرمایا تھا' رقمطراز ہیں۔

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر ﷺ کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کم سے کم ضرر ان کی ہم نشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور دوستی کا احیاء اس کا مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر

ہے۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک شخص گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان وتصدیق رکھتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے برے اعمال اس کے اسلام کی دعوت کو پاک وصاف لے جاتے ہیں: نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیٔات اعمالنا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفسوں کی شرارت اور برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں۔ [۱۷]

خواجہ کرتا ہے گمان واصل ہوں میں
ایک حاصل جز گمان کچھ بھی نہیں

توہم پرستی

آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کی رسومات میں جکڑا ہوا ہے، اسی طرح ہمارا معاشرہ توہم پرستی کا بھی شکار ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق کمزور ہو چکا ہے، توہم اسی صورت پیدا ہوتا ہے جب انسان کا یقین اٹھ جائے۔ شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ میں انسان کو قرب کے مقام یعنی جنت میں جانے نہیں دوں گا۔ اس مقصد کے لیے شیطان نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ یہ ہے کہ انسان کو خوف اور غم میں مبتلا کر دے۔ تا کہ انسان خوف اور غم میں مبتلا ہو کر نفس مطمئنہ نہ بن سکے اور اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائے جبکہ قرآن مجید کہتا ہے کہ جو اس کی تعلیمات پر عمل کرے گا اس پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں ہوگا۔ [۱۸]

توہم کی بنیاد جہالت اور ناواقفیت ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے توہمات عام ہیں۔ مثلاً کالی بلی کا راستہ سے گزر جانا، شیشہ کا ٹوٹنا، خاص دنوں اور خاص مہینوں کی نحوست، خاص دنوں میں روزہ رکھنا کی منت ماننا، بیماریوں کی چھوت چھات، بدشگونی، آنکھ کا پھڑکنا، ہتھیلی میں کھجلی ہونا، جوتی پر جوتی چڑھ جانا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام توہمات اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تمہاری نحوستیں تمہارے اعمال کی وجہ سے ہیں۔ [۱۹]

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

بیشک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ [۲۰]

ظن کے معنی گمان کے ہیں۔گمان کرنا جائز ہے' البتہ بہت زیادہ گمان کرنا بدگمانی کہلاتا ہے۔ مذکورہ آیت میں یہی ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ بہت زیادہ گمان کرنا گناہ ہے' لہٰذا اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور جو بہت زیادہ وہم وگمان کرے گا اس کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بیشک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔[۲۱]

احادیث مبارکہ میں بھی توہم پرستی کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے' چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے۔

> حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''چھوت چھات (بیماری کا ایک دوسرے سے لگنے کا وہم) اور اُلو کو منحوس سمجھنا اور صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا کوئی چیز نہیں۔ایک اعرابی نے اعراض کیا۔یا رسول اللہؐ! ان اونٹوں کو کیا ہوتا ہے جو ریگستان میں رہتے ہیں کہ اچانک ان میں خارش زدہ اونٹ آجاتا ہے تو دوسرے اونٹوں کو بھی خارش زدہ بنادیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس طرح پہلے اونٹ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خارش لگی اسی طرح دوسروں کو بھی حکم الٰہی سے خارش لگی۔[۲۲]

ہمارے معاشرے میں توہم پرستی میں سب سے زیادہ خواتین ملوث نظر آتی ہیں اور توہمات میں زیادہ الجھی نظر آتی ہیں' چنانچہ اس سلسلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ عورتوں کی بدعتی رسومات اور غلط شعائر کا تفصیلی ذکر فرماتے ہوئے اپنے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

> اور حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ذبح کرتے ہیں' روایات فقہیہ میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور اس بارے میں بہت مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو جن کے ذبیحوں کی قسم سے خیال کیا ہے جو ممنوع شرعی ہے اور شرک کے دائرہ میں داخل ہے اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ اس میں بھی شرک کی بو پائی جاتی ہے۔نذر اور منت کے وجوہ اور بہت ہیں۔کیا حاجت ہے کہ حیوان کے ذبح کرنے کی منت اور نذر مانیں اور اس کو ذبح کر کے جن کے ذبیحوں سے ملائیں اور جن کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت پیدا کردیں۔اسی طرح وہ روزے جو عورتیں پیروں اور بیبیوں کی نیت پر رکھتی ہیں اور اکثر ان کے ناموں کو اپنے پاس سے گھڑ کر ان کے نام پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں اور ہر روزہ کے افطار کے لیے خاص اہتمام کرتی ہیں اور روزوں کے لیے دنوں کا تعین بھی کرتی ہیں اور اپنے مطلبوں اور مقصدوں کو

ان روزوں پر موقوف کرتی ہیں اوران روزوں کے ذریعے ان سے حاجتیں طلب کرتی ہیں اور ان روزوں کے ذریعے ان کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جانتی ہیں۔ یہ سب عبادت میں شرک ہے اور غیر کی عبادت کے ذریعے اس غیر سے اپنی حاجتوں کا طلب کرنا ہے' اس فعل کی برائی کو اچھی طرح معلوم کرنا چاہیئے حالانکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الصوم لی وانا اجزی بہ: یعنی ''روزہ خاص میرے لیے ہے اور روزہ کی عبادت میں میرے سوا اور کوئی شریک نہیں۔'' اگرچہ کسی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا جائز نہیں لیکن روزہ کی تخصیص اس عبادت کے بلند شان ہونے کے باعث ہے جس میں تاکید کے ساتھ شریک کی نفی کی گئی ہے اور جو بعض عورتیں اس فعل کی برائی ظاہر کرنے کے وقت کہتی ہیں کہ ہم ان روزوں کو خدا تعالیٰ کے لیے رکھتے ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتے ہیں' یہ ان کا حیلہ اور بہانہ ہے۔ اگر اس امر میں سچی ہیں تو روزوں کے لیے دنوں کو معین کیوں کرتی ہیں اور افطار کے وقت طعام کی تخصیص اور طرح طرح کی بری وضعوں کا یقین کیوں کرتی ہیں۔ اکثر اوقات افطار کے وقت محرمات کی مرتکب ہوتی ہیں اور حرام چیزوں سے افطار کرتی ہیں اور بے حاجت سوال و گدائی کر کے اس سے روزہ کھولتی ہیں اور اس فعل محرم کے کرنے پر اپنی حاجتوں کو پورا ہونا جانتی ہیں۔ یہ سب گمراہی اور شیطان لعین کا مکروفریب ہے۔ واللہ سبحانہ العاصم (اللہ تعالیٰ بچانے والا ہے)۔[۲۳]

معاشرے کی اصلاح کے سلسلے میں ایک اور مکتوب جو بنام قلیج خان گورنر لاہور کے نام صادر ہوا فرماتے ہیں:

یہ فقیر آپ کی تعریف اور شکرگزاری کرتا ہے کہ شہر لاہور میں آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعی اس زمانے میں جاری ہوگئے ہیں اور اس کی جگہ میں دین کی تقویت اور مذہب کی ترویج حاصل ہوگئی ہے اور وہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت قطب ارشاد کی طرح ہے' اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے' اگر وہاں ترقی ہے تو سب جگہ متحقق ہے' حق تعالیٰ آپ کا مددگار و معاون ہو۔[۲۴]

رقص و موسیقی کا رواج

اسلام وہ دین ہے جو انسان کے ہر معاملے میں رہنمائی کرتا ہے اور خرافات و برائیوں سے انسان کو پاک کرتا ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ گھر گھر میں ناچ گانا اور آلات موسیقی کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے

اوراس کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ برائی اپنے پورے زور کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔ نوجوانوں کے اخلاق تباہ ہورہے ہیں، شرم و حیا کہیں نظر نہیں آتی اور اس برائی کو گھر گھر پھیلانے میں ذرائع ابلاغ اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے مغرب زدہ لوگ رقص و موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہوئے نظر آتے ہیں اور نا صرف رقص و موسیقی کی محافل میں شرکت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس برائی میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

آج ہم نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو جواز کا درجہ دے کر اللہ کے عذاب کو دعوت دینا شروع کردی ہے، پوری قوم اس گناہ میں برابر کی شریک ہے۔ کوئی اصلاح و رہنمائی کرنے والا نہیں۔ قرآن و حدیث کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں واضح طور پر اس برائی کی ممانعت کے احکامات موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو خرید لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔[۲۵]

مذکورہ آیت میں لہوالحدیث سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلات اور ہر وہ چیز مراد ہے جو انسان کو خیر اور معروف سے غافل کردے۔ اس میں قصے، کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کا پرچار کرنے والے اخبارات بھی آتے ہیں اور جدید ترین ایجادات مثلاً ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔

عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تاکہ قرآن و اسلام سے دور ہو جائیں۔ اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں جو آج کل فن کار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب، خوش نما اور دل فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔

یہ تمام چیزیں انسان کو اللہ سے غافل کردیتی ہیں اور شیطان کا منصوبہ ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے، اس لیے شیطان چاروں جانب سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح ارشاد فرمادیا کہ شیطان کے ساتھ یہ لوگ بھی عذاب الٰہی کے مرتکب ہوں گے۔

لہٰذا ایسے عناصر کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرنے والے ارباب اختیار، ادارے، اخبارات کے مالکان، اہل قلم اور فیچر نگار بھی عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خصوصیات ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ [۲۶]

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ [۲۷]

یعنی ہر وہ کام جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اللہ کے بندے اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔ احادیث مبارکہ میں رقص و موسیقی کی واضح ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گانا اگاتا ہے نفاق کو دل میں جیسا کہ اگاتا ہے پانی کھیتی کو۔ [۲۸]

رقص و موسیقی درحقیقت انسان کی جنسیات کو ابھارتی ہے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ موسیقی کی ممانعت کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''نبی کریم ﷺ نے عجمیوں کی عادات پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ دنیاوی لذتوں میں مگن ہونے کے لیے کس درجہ تکلفات سے کام لیتے ہیں، چنانچہ آپ نے ان میں سے اصولی اور بنیادی چیزوں کو حرام قرار دیا اور جو کم درجہ کی چیزیں تھیں انہیں مکروہ ٹھہرایا، اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزیں آخرت کو بھلاتی ہیں اور ان سے دنیا کی ہوس میں اضافہ ہوتا ہے، انہیں اصولی چیزوں میں ایسی اشیاء بھی شامل ہیں جو انسان کو دنیا اور آخرت کی فکروں سے غافل کرتی ہیں اور آدمی کا وقت برباد کرتی ہیں جیسے باجے، تاشے، شطرنج اور کبوتر بازی وغیرہ۔'' [۲۹]

آج ہمارے معاشرے میں رقص و موسیقی کا شوق ترقی پکڑتا جا رہا ہے اور اس کو مذہب کا رنگ دینے کی مذموم کوشش بھی کی جا رہی ہے، اس لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے دور میں اس کی تردید فرمائی اور آپ کے مکتوبات آج کے دور میں بھی عوام الناس کی رہنمائی کرتے ہیں، چنانچہ اپنے ایک مکتوب جو بنام پیرزادگان صادر ہوا ارشاد فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ سماع و رقص اور حقیقت لہو و لعب میں داخل ہے۔ آیت کریمہ ''ومن الناس من یشتری لھوالحدیث'' (اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے) سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ مجاہدؒ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور کبار تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد ''السمر والغناء وکان بن عباسؓ وابن مسعودؓ یحلفان انہ الغناء'' (تفسیر

مدارک میں ہے کہ لھوالحدیث سے مراد سمر یعنی بے ہودہ قصے کہانیاں اور سرود ہے اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بیشک وہ غنا اور سرود ہے) حرمت غنا کے بارے میں روایات اور عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ آیات و احادیث اور روایات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے اگر کوئی شخص منسوخ حدیث روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے کیونکہ کسی فقیہ نے کسی زمانے میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پا کوبھی جائز قرار دیا ہے اور صوفیا کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں' یہاں تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلیؒ و ابوحسن نوریؒ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے سرود رقص کو اپنا دین بنا لیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ "اولٰئک الذین اتخذوا دینھم لھو او لعبا" (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے) اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع و رقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو طاعت و عبادت سمجھنا کیسا برا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔ سننے میں آیا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں۔ اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں۔ بھلا اس سلسلے کے یار اس ارتکاب میں کون سا عذر پیش کریں گے' ایک طرف حرمت شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت۔ نہ اہل شریعت اس فعل سے راضی ہیں اور نہ اہل طریقت اس فعل سے راضی ہیں اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا برا تھا۔ پھر ایسے امر کیونکر برے نہ ہوں جبکہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ جناب مرزا جی اس امر

سے راضی نہ ہوں گے لیکن آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے صریح طور پر منع نہ کرتے ہوں گے اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہوں گے۔ اس فقیر کے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے، اس لیے چند فقرے جمع کر کے لکھ کر بھیج دیے ہیں۔ اس سبق کو مرزا جی کی خدمت میں لے جائیں اور اول آخر تک ان کے سامنے پڑھیں والسلام۔ [۳۰]

سودخوری

اسلام جس طرح کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے وہ ایک عادلانہ اور منصفانہ نظام پر مبنی معاشرہ ہے۔ وہ جن اقدار کی معاشرے میں بالادستی کا علمبردار ہے، وہ عدل و احسان کی اقدار ہیں۔ وہ معاشرے کے افراد میں جس قسم کے تعلقات کا داعی ہے وہ تکافل، اخوت اور باہمی ہمدردی کا تعلق ہے۔ اسلامی معاشرے میں افراد کا باہمی تعلق اور لین دین لوٹ کھسوٹ، خودغرضی اور استحصال کا نہیں، تعاون، مساوات اور ہمدردی کا ہوتا ہے۔ ان اقدار کی نشوونما اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اسلام نے ظلم و استحصال کے تمام راستوں کو ایک ایک کر کے بند کیا ہے۔ اسلام نے ان تمام چیزوں کو حرام اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے جن سے ظلم و استحصال کا دروازہ کھلتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں سودخوری، سودی لین دین اور سودی کاروبار نے قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ سودخور قوم کا خون چوستا ہے۔ سودخوری جو ذہنیت پیدا کرتی ہے وہ قدم قدم پر اسلام کی اقدار سے ٹکراتی ہے۔ سودخور کا مقصد دوسروں کی ضرورت اور احتیاج سے فائدہ اٹھانا اور اپنی جیب بھرنا ہوتا ہے۔ سودخوری لوگوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات کو ختم کر کے ظلم و استحصال، بے دردی اور بے رحمی کے جذبات کی پرورش کرتی ہے، لہٰذا اس کی لغت میں تکافل اور باہمی ہمدردی جیسے الفاظ غیر متعلقہ لگتے ہیں۔ صرف اپنے فائدے اور نفع کو سامنے رکھنا ہی سودخور کا مذہب اور اس کا نظریہ ہوتا ہے۔ سودخوری ایک ناسور ہے جس کا آپریشن اسلامی نظام معیشت کے نفاذ سے کیا جا سکتا ہے۔

ملکی سطح پر اگر نظام مالیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ سود پر مبنی ہے۔ سودی نظام نہ صرف قوموں کی معاشی بدحالی کا سبب ہے بلکہ معاشرے سے محبت و اخلاص کے جذبات کو بھی ناپید کر رہا ہے۔ سودی نظام میں ایثار و احسان جیسی اخلاقی قدروں کا تصور بھی محال ہے۔ عالمی اقتصادی نظام سودی سامراجیت کو پروان چڑھاتا ہے۔ قوموں میں بغض و عداوت کا بیج بوتا ہے جو بالآخر جنگ کا پیش خیمہ بھی بن جاتا ہے۔ اسلام میں سود کی قطعی حرمت کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ [۳۱]

مدینہ منورہ میں سود کی حرمت کا ذکر سب سے پہلے سورہ آل عمران کی درج ذیل آیت میں ملتا ہے۔

اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے۔[۳۲]

سود خور کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے دن قیامت مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خطی بنا دے۔[۳۳]

سود ترقی کا نہیں بلکہ تنزلی کا سبب ہے۔ نہ سود کے مال میں برکت ہوتی ہے اور نہ روحانی وقلبی سکون میسر آتا ہے جبکہ صدقات کا فروغ اطمینان قلبی اور معاشرے میں اخوت، ہمدردی اور انصاف کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا ہے۔[۳۴]

جو لوگ سودی کاروبار اور سودی لین دین کو جاری رکھتے ہیں، درحقیقت وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے اعلان جنگ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو باقی سود رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔[۳۵]

ان آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر شدت کے ساتھ سودی لین دین پر وعید سنائی ہے وہ کسی اور گناہ پر نہیں سنائی کیونکہ اسلام جس نقشے پر انسان کی اخلاقی تربیت، شیرازہ بندی اور معاشی تنظیم کرنا چاہتا ہے اس کے ہر ہر جز سے سود کلی منافرت رکھتا ہے اور سود کی ادنیٰ سے ادنیٰ صورت بھی اس پورے نقشے کو خراب کر دیتی ہے۔ سود کی حرمت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے حسب ذیل ارشادات ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ سود کھلانے والے پر، سود کھانے والے پر، سود کی دستاویز لکھنے پر، سود کے بارے میں گواہ بننے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔[۳۶]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا وقت آنے والا ہے کہ کوئی بھی سود کھانے سے نہیں بچ سکے گا، اگر کوئی شخص براہِ راست سود نہیں کھائے گا تو اس کے گرد و

غبار (اثرات) سے ضرور متاثر ہوگا۔[۳۷]

آپؐ نے اسلامی حکومت میں سود کو روکنے کے لیے سخت تاکید فرمائی۔ آپؐ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں صاف طور پر لکھ دیا کہ اگر تم سودی کاروبار کروگے تو یہ معاہدہ کالعدم ہو جائے گا اور ہم تم سے جنگ کریں گے۔ آپؐ کے چچا ایک بڑے سودی کاروبار کرنے والے تھے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

حضرت احوصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاہلیت کے تمام سود ساقط کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس کے سود کو ختم کرتا ہوں۔[۳۸]

الغرض اسلامی نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں تجارت کو مسلمان کریں کیونکہ لوگوں کا واسطہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ تجارت ہی سے پڑتا ہے' لہٰذا تجارت کو اسلامی اصولوں پر استوار کیے بغیر ہم اسلامی نظام زندگی کو پائیدار بنیادوں پر ہموار نہیں کر سکتے' اسی لیے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سود خوری کو مٹانے کی بے حد کوشش فرمائی اور مصائب اور مضمرات جو اس کے نتیجے میں معاشرے میں پیدا ہوتے ہیں' ظاہر فرمائے۔ چنانچہ اپنے مکتوب جو بنام ملا مظفر صادر ہوا' ارشاد فرماتے ہیں:

میرے مخدوم! ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج و غیر محتاج کو شامل ہے' وہاں محتاج کا خاص کرنا اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے اور قنیہ کی روایت یہ مرتبہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی منسوخ کرے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو لاہور کے علماء میں سے زیادہ عالم ہیں' فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اور کتب معتبرہ کی روایتوں کی مخالف ہیں (اور اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو اس احتیاج کی تاویل اضطرار اور مخمصہ سے کرنی پڑے گی تاکہ آیت کریمہ فمن اضطر فی مخمصہ کے ساتھ اس حکم قطعی کی تخصیص ہو جائے کہ قوت میں بھی ویسی ہی ہے۔

اٹھاتا ہے رستم کو رستم کا گھوڑا

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں شبہ کے بغیر روزی پیدا نہیں ہوتی' سچ ہے لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا چاہیے' زراعت بے طہارت جس کو آپ نے طیب کے منافی بیان کیا ہے۔ ہندوستان میں اس سے بچنا ناممکن ہے۔ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے) لیکن سودی کھانے کو ترک کر دینا بہت آسان ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا حلال و حرام میں قطعی ہے جس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظنیات میں ایسا نہیں۔ بہت سے امور حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں کہ

شافعی ان کو مباح نہیں جانتے۔ پس صورت مذکورہ بالا میں اگر کوئی شخص محتاج مشکوک کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو نص قطعی کے حکم کے بظاہر مخالف ہے توقف کرے، تو اسکو گمراہی سے منسوب نہیں کرنا چاہیے اور اسکے حلال ہونے کے اعتقاد پر اس کو تکلیف نہیں دینی چاہیے بلکہ صواب اسی کی طرف غالب بلکہ یقینی ہے اور اس کا مخالف خطرہ میں ہے۔ آپ کے بعض دوستوں نے کہا کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کے حضور میں کہا کہ اگر قرض بے سود مل جائے تو بہتر ہے پھر کیوں کوئی سودی قرض لے۔ آپ نے اس کو تنبیہ کی اور کہا کہ تو حلال سے انکار کرتا ہے۔ میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں اور اگر حلال بھی ہو تو شک نہیں کہ پھر بھی اس کا ترک کرنا مناسب ہے کیونکہ اہل ورع رخصت کا امر نہیں کرتے اور عزیمت پر رہنمائی کرتے ہیں۔ لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کو دخل دے کر اس کے حلال ہونے پر حکم کیا ہے۔ احتیاج کا دامن فراخ ہے، اگر اس کو چوڑا کریں تو کچھ ربا نہیں رہتا اور ربا کی حرمت میں نص کا حکم عبث ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے لیکن اس قدر ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے کہ سودی قرض لینے والے کے لیے اوروں کو طعام کھلانا کس قسم کی احتیاج ہے؟'' قنیہ کی روایت حیلہ و بہانہ کے بعد صرف محتاج کے لیے سودی قرض کا لینا جائز قرار دیتی ہے نہ کہ دوسروں کے لیے۔ اگر کوئی کہے کہ محتاج نے اس کھانے کو شاید کفارہ قسم یا ظہار یا روزہ کی نیت پر پکایا ہو اور شک نہیں کہ وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو روزہ رکھ لے نہ یہ کہ قرض سودی لے اور اگر کسی قسم کی احتیاج پیدا بھی ہو جائے تو تھوڑی وجہ کے ساتھ تقویٰ کی برکت سے دفع ہو جائے گی۔ **ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب** (جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی مخرج بنا دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں بھی ہوتا)۔ زیادہ لکھنا درازیٔ کلام ہے آپ پر اور ہدایت والوں پر سلام ہو۔[۳۹]

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات تشریح و اسرار سے بھرے ہوئے ہیں، گویا آپؒ نے تشریح و توضیح کا حق ادا کر دیا۔ آپؒ نے کسی پہلو یا گوشہ کی وضاحت میں کمی نہیں چھوری، اس لیے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مضامین مذکورہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات نہات پختہ سند اور ایک محکم دلیل کا کام دیتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بڑی غائر نظروں سے حالات کا جائزہ لے کر اصلاح احوال کا کام شروع کیا اور ملک کی

مذہبی و معاشرتی حالت کو شریعت اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہوئے۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے مسلمانان پاک و ہند کو ایک ہزار سال کا بھولا ہوا درس یاد دلایا اور ان کی توجہ از سر نو حقیقی اسلام کی طرف مبذول کروائی۔ آپؒ کے مکتوبات علم لدنی کا خزانہ ہیں جو قرآنی علوم اور حدیث مبارکہ کی لطیف تشریح و اسرار سے بھرے ہوئے ہیں۔ عصر حاضر کے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت اور ان کے مکتوبات کا غائر نظروں سے مطالعہ کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم، ۲۶:۳۸

۲۔ القرآن الکریم، ۹۰:۱۶

۳۔ القرآن الکریم، ۵۸:۴

۴۔ القرآن الکریم، ۱۵:۴۲

۵۔ القرآن الکریم، ۴۴:۵

۶۔ القرآن الکریم، ۴۵:۵

۷۔ اسماعیل، محمد بن (۱۹۸۵ء) صحیح البخاری، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ (ج:۱)، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ص۸۹

۸۔ ترمذی، ابوعیسیٰ (س ن) جامع الترمذی، باب ماجاء عن رسول اللہ فی القاضی (ج:۱)، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ص۴۷۷

۹۔ خان، لالہ اسرار محمد، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ، دفتر اول مکتوب ۱۹۵، حصہ سوم، کراچی ص۸۴تا۸۵

۱۰۔ القرآن الکریم، ۵۶:۵۱

۱۱۔ القرآن الکریم، ۵۷:۵

۱۲۔ القرآن الکریم، ۱۱۳:۱۱

۱۳۔ القرآن الکریم،۶۰:۱

۱۴۔ اشعث، سلمان بن (۱۹۸۳ء) سنن ابی داوٗد، باب فی لبس الشھرہ (ج:۳) اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور، ص۲۴۱

۱۵۔ مکتوبات، محولہ بالا، دفتر دوم، مکتوب ۶۷، حصہ ہفتم، ص۵۴

۱۶۔ ایضاً، دفتر دوم، مکتوب۹۲، حصہ ہفتم، ص۹۳

۱۷۔ ایضاً، دفتر اول، مکتوب۱۶۳، حصہ سوم، ص۴۴

۱۸۔ القرآن الکریم،۲:۳۸

۱۹۔ القرآن الکریم،۳۶:۱۹

۲۰۔ القرآن الکریم،۴۹:۱۲

۲۱۔ القرآن الکریم،۵۳:۲۸

۲۲۔ اسماعیل، محمد بن (۱۹۶۱ء) صحیح البخاری (ج:۲) باب لاعدوی، مکتبہ قدیمی کتب خانہ، ص۸۵۸

۲۳۔ مکتوبات، محولہ بالا، دفتر سوم مکتوب ۴۱، حصہ ہشتم، ص۹۴ تا ۹۵

۲۴۔ ایضاً، دفتر اول مکتوب ۶۷، حصہ دوم، ص۶۵

۲۵۔ القرآن الکریم،۳۱:۶

۲۶۔ القرآن الکریم،۲۵:۶۷

۲۷۔ القرآن الکریم،۲۳:۳

۲۸۔ نسائی، عبدالرحمٰن (س ن) سنن النسائی (ج:۱) مکتبہ المیزان، اردو بازار لاہور، ص۲۲۰

۲۹۔ ولی اللہ، شاہ (س ن) مترجم عبدالحق حقانی، حجۃ اللہ البالغۃ، فرید بک اسٹال لاہور، ص۱۹۲

۳۰۔ مکتوبات، محولہ بالا، دفتر اول مکتوب ۲۶۶، حصہ چہارم، ص۱۳۵ تا ۱۳۷

۳۱۔ القرآن الکریم، ۲:۲۷۵

۳۲۔ القرآن الکریم، ۳:۱۳۰

۳۳۔ القرآن الکریم، ۲:۲۷۵

۳۴۔ القرآن الکریم، ۲:۲۷۶

۳۵۔ القرآن الکریم، ۲:۲۷۸تا۲۷۹

۳۶۔ محمد بن حجاج، صحیح مسلم، باب لعن اکل الرباء وموکلہٗ، ج۴، ص۳۴۶، فرید بک اسٹال لاہور۱۹۹۵ء

۳۷۔ سنن ابی داؤد، محولہ بالا، باب فی اجتناب الشبہات، ج۲، ص۶۱۷

۳۸۔ جامع الترمذی، محولہ بالا، کتاب التفسیر، باب من سورۃ التوبۃ، ج۲، ص۳۴۸

۳۹۔ مکتوبات، محولہ بالا، دفتر اول، مکتوب۱۰۲، حصہ دوم، ص۱۰۳تا۱۰۵

ڈاکٹر سید محسن علی بحیثیت معاون استاد شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔